

صلح ایک میں عصر حاضر کے تقاضوں کے میں مطابق



جامعہ تفہیمات اسلامیہ

دارالاسلام کالونی ایکٹ شریفون: 0572-701695/2611508 | فلیڈ: 0572-702372

دافتہ جاری ہے

خصوصیات:

- صاف تحریکاً حل • پرفناقمام • قابل اساتذہ
- کھلیل کا سعی و عزیز میدان • تعلیم، تکمیل، تہذیب، کتابات، ملکیت، کتب مفت
- تحریری و تقریری صلاحیتوں کے فروغ کا نظم
- رابطہ الداروں سے الحاق شدہ فرقہ داریت سے پاک

باقم	باقم	سرپرست اعلیٰ
مولانا محمد ایاس اعوبی	مولانا ناصر اللہ	حضرت شمس الارض حنفی
0307-5133644	0321-5714046	قارئ دارالمودودی بیدر

اپنے صدقات و رکائز کرنے کا اڈن نمبر 99-2114-99 جیب بک ایکسٹر میں جمع کریں

jiattack@yahoo.com, mcc_attock@yahoo.com

شرکاء

شعبجات

درس نظامی مذل پاں احاطہ قرآن پر اگری پاں

حفظ پر اگری پاں

تجوید حفظ قرآن + پر اگری پاں

ضروریات

کچن

لائبریری

2 منزلہ ملک

فلیلی کوارٹر رائے اساتذہ

طعامگاہ

★ ماہانہ اخراجات پونے دلاکھ سے زائد

النور جیولز

زیورات کی دنیا میں انقلابی فوائد کے ساتھ

♦ ہمارے ہاں زیورات بغیر ناکہ کے جدید طریقے سے تیار کیے جاتے ہیں۔

♦ ہمارے تیار کردہ زیورات کی واپسی پر کاٹ نہیں لی جاتی لہذا ہمارے زیورات آپ کا حفظ سرمایہ ہیں جنہیں آپ کسی بھی وقت کیش کر سکتے ہیں۔

ہمارا معیار ہی ہماری کامیابی کی صفائحہ ہے

لواز ہے

اہم ہے گہ نصف آپ ہمیں خدمت کا موقع دیں گے بلکہ اپنے عزیز واقارب کو بھی ان فوائد سے آگاہ کریں گے

وکان نمبر F/461 F/461 نزد لا جواب فروٹ چاٹ، صرافی بازار (بھاڑی بازار) راولپنڈی

فون: 051-5539378 - محمد فیض اللہ چوہان موبائل: 0304-5253718، نمیم اللہ چوہان موبائل: 0300-5307571

وکان نمبر F/461 نزد ارکان سی پینا زمین مری روڈ، راولپنڈی

فون: 051-5552209 - محمد اکرم اللہ چوہان موبائل: 0300-5806700، ضیاء اللہ چوہان موبائل: 0300-5802209

رسائل وسائل

چند منفی عائلوں رویے

سوال: میرے شوہر ایک سخت مزاج اور تھائی پسند انسان ہیں۔ انھیں میرا خواتین سے زیادہ ملتا جانا بھی پسند نہیں۔ ہم لوگ دیا غیر میں ہیں جہاں انسان دیسے ہی تھائی اور ڈپریشن کا شکار رہتا ہے۔ میرے چار بچے ہیں، تمیں لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ جب سب سے چھوٹی بیٹی اسکول جانے لگی تو تھائی کی وجہ سے مجھے زیادہ ہی ڈپریشن ہونے لگا۔ تھائی اور دیگر وجہ کے علاوہ ایک وجہ دوسرے لڑکے کی خواہش بھی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے بچے کی خواہش کا ذکر کیا تو انھوں نے تختی سے ڈانت دیا۔ میں احتیاطی تدابیر اختیار کرتی تھی جو میں نے اپنے شوہر کو بتائے بغیر چھوڑ دیں اور نتیجے میں ہمارے ہاں ایک اور بیٹی پیدا ہو گئی۔ اس بیٹی کی پیدائش کو دوسال ہونے کو ہیں، لیکن میرے شوہر نے میری زندگی عذاب بنا رکھی ہے کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے، تم گناہ گار ہو۔ اب تو مجھے بھی لگتا ہے کہ جیسے میں گناہ گار ہوں۔ میرا علم بہت محدود ہے۔ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں، کیا میں نے ایسا کر کے واقعی کوئی گناہ کیا ہے؟ اگر لڑکا ہو جاتا تو شوہر کا مزاج اتنا نہ گزتا لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں تھا۔ میرے شوہر پانچ وقت کے نمازی اور بہت پرہیز گار انسان ہیں لیکن اس بات کو سننا بھی پسند نہیں کرتے کہ بیٹیاں دوزخ کی آگ سے ماں باپ کے لیے ڈھال ہوں گی۔ ہر وقت مجھے طعنے دیتے ہیں کہ کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ زیادہ بچے پیدا کر کے تم جنت کے زیادہ قریب ہو گئی ہو۔ وہ ایسی کوئی نصیحت یا قرآن کی بات جوان کے اپنے مفادوں کو

متاثر کرنے سنتا پسند نہیں کرتے۔ بعض اوقات میں سوچتی ہوں یہ کیسی نمازیں ہیں جو ایک آدمی کو انسان اور سچا مسلمان نہیں بنائیں۔

بس اوقات خود کشی کا خیال آتا ہے۔ تجھ دنی کے علاوہ بھی بہت سے مسائل انسان کو مرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر شوہر اور سرپال والوں کے رویے ہمارے معاشرے میں ایک عورت کی زندگی اجرن کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ کیا کسی بھی قسم کے حالات میں خود کشی کی کوئی صورت نہ لٹکتی ہے؟ اگر آپ صبر کی تلقین کریں گے تو کیا اس کی بھی کوئی حد ہے جب کہ میں اپنی ساس کو ۷۰ سال کی عمر میں بھی اپنے سر کے ہاتھوں ذلیل ہوتے دیکھتی ہوں۔ اب کوئی کہاں تک صبر کرے؟

جواب: آپ کے سوالات ہمارے معاشرے میں پانے جانے والے بعض ایسے نازک پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں جو بظاہر اسلام کی دعوت انقلاب میں مرکزی اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلے سوال کا تعلق ہمارے معاشرتی روپوں کے ساتھ ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھے خاصے دین دار مرد بھی اپنی نمازوں، نفلی روزوں اور قیام اللیل کے باوجود اپنی بیوی اور خاص طور پر بیٹیوں کے حوالے سے منفی اور خلاف شریعت روپوں کا شکار ہیں۔ قرآن کی دعوت روپوں کو تبدیل کرنے کی دعوت ہے کہ انسان کا رویہ اپنے خاندان کے ساتھ کیا ہو اور وہ اللہ کی بندگی کے دعوے کو کس طرح اپنے طریقہ عمل سے ثابت کرے۔

خاندان میں بچیوں کی پیدائش پر ہونے والا عمل آج سے نہیں قبل اسلام ہی سے ایک معاشرتی مسئلہ رہا ہے۔ قرآن کریم نے انتہائی جام و اور بلیغ انداز میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ ”جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے..... اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟“ (الحاکویہ: ۸۱-۹۰)۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت آدم کی بیٹی پر جو ظلم قبل از اسلام ہوتا رہا اور جس کی پشت پر مرد کا خود ساختہ بڑائی، اتنا اور صرف نازک کو اپنے سے کم تر سمجھنے کا تصور تھا، اس باطل فکر کو ختم کر کے انسانوں کو صحیح فکری کے ساتھ نیا انداز فکر دیا جاسکے۔ قرآن کریم نے سورہ نساء کے آغاز میں انسان کے خود ساختہ تصورات پر ترقی جنس کو رد کرتے ہوئے یہ اصول بیان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے

مرد اور عورت کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے، اس لیے تکمیلی طور پر مرد اپنی برتری اور عورت کی کم برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

پھر ایک قدم آگے جا کر یہ اصول بھی سمجھا دیا کہ فویقت اور برتری کی بنیاد کیا ہوگی: بعض جنسی فرق یا تقویٰ اور عملی صالح یا ساتھ ہی یہ بات بھی تعلیم فرمادی کہ شوہر یہوی سے اپنا حق مانگتے ہوئے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ کا باغی بن کر اور اس کی ہدایات کی من مانی تاویل کر کے آمر اور جابر بن جائے بلکہ اپنے جائز حق زوجیت کو بھی اللہ کے خوف اور رضا کی بنیاد پر مانگے۔ وَأَنْقُوا اللَّهُ الَّذِي سَنَّةَ لُؤْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ (النساء ۱:۲۳) ”اس خدا سے ڈروجس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔“

یہ اسلام کا انقلابی کارنامہ تھا کہ اس نے اجتماعیت اور خاندانی زندگی کو عبادت کا درجہ دیا، جب کہ غیر اسلامی ذہن کل بھی اور آج بھی عبادات سے مراد ذاتی روحانی اعمال یتارہا ہے اور عائی اور معاشرتی معاملات کو اپنے رواج اور روایات کی بنا پر طے کرتا رہا ہے۔ اگر کسی خاندان میں عورت کو گھر کی خادمہ اور شوہر کے پاؤں کی جوتی سمجھتے کی روایت رہی ہے تو نماز، روزہ، رکوہ اور حج کے باوجود اسلام اس طرزِ عمل سے بالکل بربی ہے۔

آپ کو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے آپ کو اور آپ کے شوہر کو ایک سے زائد پیچیاں دیں۔ اگر ان کی صحیح تربیت کی جائے تو خاتم النبین، صادق الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اس کا اجر جنت کا وعدہ ہے۔ یہ کوئی طفل تسلی نہیں، یہ اس هستی کا فرمان ہے جس کے لیے قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أطَاعَ اللَّهَ (النساء ۸۰:۲) ”جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔“

شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تحفظِ نسل ہے اور سورہ نساء کی پہلی آیت میں جس کا حوالہ اور دیا گیا ہے یہ بات بھی فرمائی گئی ہے کہ ”اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے ایک مرد اور عورت سے بہت سے افراد کو زمین پر پھیلا دیا۔“ گویا ازواج کا ایک مقصد اولاد میں برکت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایسی عورت سے شادی کی جائے جو نیکی میں دوسروں سے بڑھ کر ہو اور جو زیادہ اولاد کا ذریعہ بنے۔ اس لیے آپ کی خواہش کہ ایک سے زائد

بچے ہوں، ایک جائز خواہش کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کی بنا پر ان شاء اللہ اعلیٰ اجر کا باعث بھی ہوگی۔ اب یہ فیصلہ آپ خود کر لیں کہ جس کام پر اللہ کے رسول خوش ہوں، اس کا کرنا اچھا ہے یا شوہر کی ایسی خواہش پوری کرنا جس سے اللہ کے رسول کی خواہش نکراتی ہو۔

شوہر کی اطاعت ہو یا والدین کی اطاعت، دونوں کے لیے شارع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا اصول یہ ہے کہ اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہوگی (لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق)۔ اس لیے آپ کا زیادہ اولاد کی خواہش کرنا شوہر کی نافرمانی میں شمار نہیں کیا جاسکتا، نہ اسے دھوکے سے حمل ٹھیڑا لینا کہا جاسکتا ہے۔ قرآن و سنت نے شوہر اور بیوی کے تعلق کو سکون، لذت اور حصول اولاد صالح، تینوں کے مجموعی عمل سے تعبیر کیا ہے۔ یہ رفتہ زوجیت کے عناصر ترکیبی ہیں اور شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق میں شامل ہیں۔ جو چیز حقوق میں شامل ہو اس کا کرنا مقبول، اور نہ کرنا مردود ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کے شوہر کو اگر ان کے دل میں خدا کا خوف ہے، خدا کے حضور اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے۔

آپ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ ایک کے مقابلے میں تین بچیوں اور ایک بچے کے والدین کی حیثیت سے آپ اور آپ کے شوہر دونوں جنت کے زیادہ مستحق ہو گئے ہیں، کیونکہ نبی کریمؐ نے دو یا تین بچیوں کی صحیح اسلامی تربیت کرنے پر ایسے والدین کے لیے جنت کی بشارت دی ہے، اور ہمارا ایمان ہے کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد حق و صداقت پر مبنی ہے۔

دین سے دور اور قرآن و سنت سے براہ راست وابستہ نہ ہونے کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہمارے معاشرے میں عبادت کا ایک بہت محدود تصور رواج پا گیا ہے جس میں صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو کل عبادات سمجھ لیا گیا ہے۔ بلاشبہ بندوں کا اللہ پر حق یہی ہے کہ اس کی عبادات اس کے بتائے ہوئے طریقے سے کی جائے لیکن وہ خود یہ فرماتا ہے کہ بندوں کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بلکہ بعض اوقات معروف عبادات سے زیادہ اجر کا باعث ہے۔ حقوق العباد میں والدین بیوی، بچے، رشتے دار، پڑوی، حتیٰ کہ اجنبی بھی شامل ہیں۔ بعض ظاہر مادی کام، مثلاً ایک شخص کا اکل حلال حاصل کرنا، اپنی منکوحہ سے اپنی ضرورت پورا کرنا بھی عبادت کا حصہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسولؐ کی اطاعت کا مظہر ہے۔

اسی بنا پر شیطان کا سب سے زیادہ مہلک وار حقوق کے معاملے ہی میں ہوتا ہے۔ وہ خصوصی طور پر شوہر اور بیوی کے درمیان تفرقد ڈالنے اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائگی میں ٹانگ اڑا کر خوش ہوتا ہے۔ اسلام نے جتنا حق اولاد کی پیدائش کے بارے میں شوہر کو دیا ہے اتنا ہی بیوی کو دیا ہے، حتیٰ کہ ایک حدیث میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اگر شوہر اپنا مادہ بیوی کے جسم سے باہر خارج کرنا چاہتا ہو تو بیوی کی اجازت سے ایسا کرے۔ گویا یہ بیوی کا حق ہے یہ محض شوہر کی مرضی کی بات نہیں ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ اسلام عقدِ نکاح اور شادی کے بعد شوہر اور بیوی کو ایک اکائی میں پوستہ خاندان سمجھتا ہے۔ اب وہ محض دو افراد نہیں ہیں بلکہ ایک متحد خاندان ہیں۔ اس لیے مقابلہ انفرادی حقوق میں نہیں ہوتا بلکہ اب خاندان کے حقوق کے حقوق کے پیش نظر ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و قربانی، محبت و احترام اور لطف و عنایت کے ساتھ معاملات کیے جاتے ہیں۔ حقوق العباد سے نظری واقفیت اگر روئے اور طرزِ عمل میں تبدیلی پیدا نہ کرے تو ہمیں اپنے ایمان کا جائزہ لیتے ہوئے احتساب نفس اور استغفار کے ساتھ شعوری طور پر اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کی فکر کرنا چاہیے۔ آپ کا دوسرا سوال پہلے سوال ہی کا نتیجہ ہے۔ اولًا، اگر آپ کے سر صاحب آپ کی معمر ساس کے ساتھ تختی کا روایہ اختیار کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل قرآن و سنت کے منافی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اپنے اہلی خانہ سے محبت و احترام سے پیش آتا ہے وہ اعلیٰ کردار کا انسان ہے، اور پھر فرمایا کہ میں اپنے اہلی خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت کرتا ہوں۔

خود کشی کا تعلق تین امور کے ساتھ ہے، اولًا: ایک شخص کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت کا انکار کرتے ہوئے یہ سمجھنا کہ معاملے کا حل اس کے اپنے ہاتھ میں ہے، اور چونکہ وہ اپنی حد تک حصول مقصود میں ناکام ہو چکا ہے اس لیے مایوسی کی بنا پر خود کو ختم کر سکتا ہے۔ ثانیًا: ایک شخص کا یہ سمجھنا کہ اس کی جان اس کی اپنی پیدا کردہ ہے، وہ اس کا مالک ہے۔ اس کا جسم اس کی ملکیت ہے، وہ اسے جب چاہے کسی کے حوالے کر دے یا خود ختم کر دے۔ ثالثاً: اس کا یہ سمجھنا کہ اس کے ساتھ جو معاملہ در پیش آیا ہے وہ اتنا عجیب ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی سلیمانی نہیں ہو سکتی اور یہ شدت احساس اسے اپنی جان کو ضائع کرنے کا حق دیتی ہے۔ اگر عقلی طور پر دیکھا جائے تو یہ تینوں بنیادیں غلط اور باطل